صحیفۂ ہُمام بن مُنَبِّہ......مختصر تعارف اور اس کے ترجمہ پر ناقدانہ نظر (آخری قسط)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو بھوکے سیر ہونے میں نہیں آتے، ایک علم کا بھوکا، دوسرا مال کا۔ رجال کی کتابیں دیکھیں جائیں تو علمی بھوک کے سلسلہ میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں حیرت انگیز واقعات سامنے آتے ہیں۔ اسلاف کے برابر نہ سہی، ہر دور میں اخلاف کو بھی علم کی بھوک پیاس سے کچھ حصہ ملا ضرور ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت طیبہ اور تاریخ کے موضوع پر محققانہ کتابیں لکھیں تو اس وقت تک ابن کثیر کی نامور کتاب ''البدایہ والنہایہ'' چھپ کر نہیں آئی تھی۔ علامہ، اس کو دیکھنے کی حسرت ہی دل میں لے کر گئے۔

راقم السطور ایک ادنیٰ سا طالب علم ہے، بزرگوں کی شفقتوں کے نتیجے میں علم کی جو شد بد آئی اس کے ساتھ علمی تشنگی بھی میراث میں ملی۔ ایک عرصہ تک مصنّف عبدالرزاق، مصنّف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کا شوق دل و دماغ میں جاگزیں رہا، اللہ کا شکر ہے کہ یہ شوق پورا ہوگیا۔ کم وبیش پچاس سال پیشتر، حضرت علاّمہ سید مناظر احسن گیلانیؒ کا مقالہ ''تدوین حدیث'' دیکھنا نصیب ہوا۔ اس میں صحیفۂ صادقہ اور صحیفۂ ہمام بن مُنَبِّہ کا ذکر دیکھا تو دل میں اُمنگ پیدا ہوئی کہ کبھی ان کو دیکھ کر آنکھوں کی ٹھنڈک پہنچا سکوں۔ نصف صدی بعد یہ موقع ملا کہ مؤخر الذکر صحیفہ کی زیارت سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور میسر آیا۔ یہ صحیفہ کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۳۸/ ارشاداتِ عالیہ کا مجموعہ۔ اور جمع کس نے فرمائے؟ مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست فیض پانے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت میں سب سے زیادہ احادیث نقل کرنے والے ہیں۔ انھوں نے یہ صحیفہ اپنے یمنی شاگرد حضرت ھُمام بن مُنَبِّہؒ (تابعی) کے لیے مرتب فرمایا تھا۔ بہر حال ہم گنہگاروں کے لیے انتہائی خوشی کا باعث ہے کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) کا ترتیب دیا ہوا مجموعۂ احادیث دیکھا اور پڑھ لیا۔ **فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا.**

خیر پور ٹامے والی ضلع بہاول پور کے قریب، چیلا واہن شریف ایک مردم خیز قریہ ہے، یہاں سے بڑے بڑے جید علماء اور مشائخ اٹھے، ان کے مورث اعلیٰ حضرت حافظ غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز تھے، ان سے آگے ظاہری و باطنی فیض کا سلسلہ جاری ہوا، حفظ قرآن مجید اس قریہ کے باشندوں کی خاص منقبت ہے، چھوٹے بڑے، مرد، عورتیں سب حافظ۔ تیس سال پہلے تک تو یہی حال تھا، اب خدا جانے کیا صورت ہے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات میں کہیں دیکھا تھا کہ قطب عالم مہارویؒ کے خلفاء میں سے جس میں جس صحابی کا رنگ ڈھنگ نظر آتا تھا، انھیں اس صحابیؓ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ غلام حسنؒ اپنے شیخ کی روایات بہت زیادہ بیان کرتے تھے، حالانکہ ان کا عرصۂ صحبت نسبتاً کم تھا، اس لیے وہ مہاروی دربار کے ابو ہریرہ کہلاتے تھے۔

حضرت حافظ غلام حسنؒ کے احفاد میں ایک نوجوان جن کا نام غالباً حافظ عبداللطیف تھا، جامعہ بہاول پور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ وہ بیمار رہنے لگے، سر میں درد کی شدید تکلیف رہتی تھی، بیماری جان لیوا ثابت ہوئی، وفات سے پہلے حافظ صاحب مرحوم کہتے تھے: ''مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آؤ میں تمھیں حدیث پڑھاؤں، حافظ صاحب جلالین اور مشکوٰۃ تک پہنچ چکے تھے۔ فللہ درہ!

صحیفۂ ہمّام بن منبہ کے علمی جواہر کو معادن سے نکال کر اہلِ علم کے ہاتھوں تک پہنچانے کا سہرا، جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب (از حیدرآباد دکن) کے سر ہے۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ انھوں نے اس کو ایڈٹ کرتے ہوئے، شروع میں تدوین حدیث پر ایک نہایت گراں قدر تحقیقی مقالہ کا اضافہ کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اس وقت صحیفہ ہمّام بن منبّہ کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ رشید اللہ یعقوب صاحب (از کراچی) کا بلا قیمت تقسیم کردہ ہے۔ یہ ایک اہلِ علم دوست سے عاریتاً ہمیں ملا، موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے علمِ حدیث کی ایک بیش بہا خدمت انجام دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک طالب علم کی حیثیت سے ہمیں اس شکایت کا بھی حق ہے کہ طباعت کے سلسلہ میں تصحیح کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، بیشتر روایات میں اعرابی غلطیاں پائی جاتی ہیں اور کہیں کہیں تحریف و تصحیف بھی پائی جاتی ہے۔ کراچی میں علماء و فضلاء کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر پروف ریڈنگ کا پورا اہتمام کیا جاتا تو شاید کسی کو شکایت کا موقع نہ ملتا۔ اس سے بڑھ کر جو افسوس ناک امر ہمارے سامنے آیا ہے، وہ یہ ہے کہ صحیفہ کے عربی مُتونِ احادیث کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے برادرِ بزرگ جناب محمد حبیب اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ موصوف کے بارے میں حرفِ آغاز میں بتایا گیا ہے کہ وہ حیدرآباد دکن میں لینڈ ریکارڈ کے نائب ناظم تھے اور خود ڈاکٹر صاحب نے اُن کے نام کے ساتھ ''مولانا'' کا سابقہ بھی بڑھایا ہے۔ جناب محمد حبیب اللہ صاحب کے علمی حدود اربعہ سے ہم بالکل ناواقف ہیں، کچھ بھی ہو، احادیث کے ترجمہ میں کہیں کہیں فاحش غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انھوں نے یہ ترجمہ، شدید مصروفیات و علالت کے دوران فرمایا تھا تو کم از کم ڈاکٹر صاحب اس طرف توجہ فرماتے، خصوصاً جب کہ ترجمہ نظرِ ثانی کے لیے ان کے پاس بھجوا دیا گیا تھا تو اُن کی ذمہ داری میں اضافہ ہوگیا، وہ حسبِ ضرورت ترجمہ کی اصلاح فرما دیتے تو جگہ جگہ اس طرح کی غلطیاں نہ ہوتیں، جن کا نمونہ قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ برادرِ بزرگ کے احترام سے، دین کا علم زیادہ خیر خواہی کا مستحق تھا، اس لیے قارئین...... یا طلبۂ علم جناب ڈاکٹر صاحب کی بے اعتنائی کا شکوہ کریں تو وہ حق بجانب ہوں گے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق ان سطور کے لکھے جانے تک ڈاکٹر صاحب بقید حیات ہیں اور بسلسلۂ علاج امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَداً ......راقم دست بدعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں شفاءِ کاملہ نصیب فرمائیں اور دینی خدمات کے لیے انھیں بیش از بیش توفیق عطا فرمائیں۔ (ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم کا انتقال سنہ ۲۰۰۲ء میں ہوا-ادارہ)

اب ہم آئندہ صفحات میں چند احادیث کے ترجمہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا

جا چکا ہے، مطبوعہ نسخہ میں جو ترجمہ دیا گیا ہے، وہ جناب ڈاکٹر صاحب کے برادرِ بزرگ کی طرف سے ہے، البتہ ڈاکٹر صاحب کا نظر فرمودہ ہے۔ آئندہ سطور میں اسے نقل کرتے ہوئے صرف ''ترجمہ'' کا لفظ لکھ دیں گے، قارئین خود سمجھ لیں گے۔

حدیث نمبر۵۴:

(۱) واللّٰہ لقید سوط احدکم من الجنة خیر له مما بین السماء والارض.

ترجمہ: ''تم میں سے ایک شخص ہے جس کے کوڑے کی ڈوری (جو جنت میں ملے گی) آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے''۔

قابلِ توجہ:

ایک تو واللہ کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ دوسرا، مترجم بزرگ نے لفظ ''قیـد'' کو بفتح القاف (قَیـد) پڑھا۔ قید کے معنی ہتھکڑی کے ہوتے ہیں۔ یہاں ہتھکڑی کا لفظ انھیں بے معنیٰ نظر آیا تو اس کے بجائے ''ڈوری'' لکھ کر کام چلانے کی کوشش کی گئی، ان کا خیال یہ ہے کہ اہل جنت کو اس قسم کے چابک دیے جائیں گے جس طرح ٹریفک کے سپاہی یا پولیس کے ملازم ہاتھ میں لیے پھرتے ہیں۔ وہ ہاتھوں میں جو کوڑا لیے پھرتے ہیں، ایک طرف سے ان کی کالی ڈوری لگی ہوتی ہے۔ یہ تمام تر خیال غلط ہے۔ دراصل یہ لفظ ''قِید'' بکسر القاف ہے جس کے معنیٰ ہیں مقدار۔ خود متعدد احادیث میں ''قید'' کی بجائے ''موضع'' اور کہیں ''قاب قوس'' کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ''قیــــد'' کا لفظ بمعنیٰ مقدار آیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ''من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین''. یعنی جس شخص نے بمقدار ایک بالشت، کسی کی زمین ناحق لے لی، اسے سات زمینوں سے اس کا طوق پہنایا جائے گا۔

مترجم بزرگ سے تیسری غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک نمبر کا نشان دے کر نیچے حاشیہ میں لکھا: ''ایک غریب مگر نیکوکار صحابی کی تعریف ہے''۔ یہ حاشیہ آرائی غلط ہے۔ وہ یہ سمجھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کسی ایک فرد کے حق میں منقبت کے طور پر فرمایا۔ حالانکہ بات یوں نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد، سرزمین جنت کی تعریف کرنا ہے۔ حافظ منذریؒ کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں فرماتے ہیں:

''ومعنی الحدیث: وقدر قوس احدکم او قدر الموضع الذی یوضع فیه سوطه خیر من الدنیا و ما فیها''

اب حدیث بالا کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا: ''اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کو جنت میں ایک چابک کے برابر جو جگہ ملے گی، وہ اس سے بہتر ہے جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔''

حدیث نمبر۶۲:

''ان من الظلم مطل الغنی و ان اتبع احدکم علی ملیء فلیتبع''۔

ترجمہ: ''مالدار کا وعدے کو ٹالتے رہنا بھی ایک ظلم ہے۔ تم میں سے کسی کا پیٹ بھرے سے پالا پڑے تو اس کا پیچھا

کرے''۔

قابلِ توجہ:

خط کشیدہ جملۂ حدیث کا ترجمہ غلط ہے، اب کوئی بتائے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ لگتا ہے کہ مترجم بزرگ خود ہی اس کا مطلب نہیں سمجھے، دراصل وہ مشہور فقہی اصطلاح ''الحوالۃ'' سے ناواقف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرامی کا حاصل یہ ہے:

۱۔ ایک شخص، کسی کا مقروض اور وہ فراخ دست ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا، تو یہ اس کی طرف سے زیادتی اور ظلم شمار ہوگا۔

۲۔ اگر کوئی شخص مقروض ہے اور وہ قرض ادا نہیں کر سکتا، دوسری طرف قرض خواہ کا مطالبہ سخت ہوجاتا ہے، اب اگر وہ مدیون اپنے قرض خواہ کو کسی دوسرے صاحبِ حیثیت کی طرف پھیر دیتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس پر راضی ہوجائے۔

''اتبـــــع'' باب افعال سے واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے، جس کا لفظی معنیٰ ہے ''پیچھے لگا دیا جائے''۔ شروح حدیث میں اس کا ترجمہ ''احیــــــل'' سے کیا گیا ہے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''در پے فرستادہ شود یعنی حوالہ کردہ شود''۔

حدیث نمبر ۷:

'' كل سلامىٰ من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع عليه الشمس ''

ترجمہ: ''لوگوں کا چھوٹی سی ہڈی (کسی کو) دینا بھی اس وقت تک کے لیے نیکی ہے جب تک کہ آفتاب طلوع ہوتا رہے گا''۔

قابلِ توجہ:

''سُــلامــیٰ'' کے لفظی معنیٰ ہیں انگلیوں کے جوڑ۔ شارحین حدیث لکھتے ہیں: ''الــمـفـصــل'' دیکھیے ریاض الصالحین، شرح مسلم از نوویؒ وغیرہ۔ جناب مترجم سے اس ترجمہ میں کئی غلطیاں ہوئی ہیں۔ ''سُــلامــیٰ'' کا ترجمہ ہڈی سے کر کے ارشادِ گرامی کو بے جان سا کر دیا ہے اور اس ایک لفظ کا ترجمہ غلط ہوجانے سے آگے بھی ترجمہ غلط ہوتا چلا گیا ہے۔ ہم اس فرمان کو سمجھنے کے لیے صحیح مسلم شریف کی دو اور حدیثیں نقل کرتے ہیں:

اوّل: ''**يصبح على كل سلامى من احدكم صدقة فكل تسبيحة صدقة و كل تحميدة صدقة و كل تهليلة صدقة و كل تكبيرة صدقة و امر بالمعروف صدقة و نهى عن المنكر صدقة و تجزىء من ذلك ركعتان من الضحىٰ**''

ترجمہ: ''تم میں سے ایک آدمی کے ہر ہر جوڑ پر صبح کو صدقہ لازم ہوتا ہے، تو اس کا ہر سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ اور خیرات ہے، ہر الحمد للہ کہنا بھی خیرات ہے، ہر لا الٰہ الا اللہ کہنا خیرات ہے، ہر اللہ اکبر کہنا خیرات ہے، نیکی کے لیے کہنا خیرات

ہے، برائی سے روکنا خیرات ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لے تو ان تمام کاموں سے کافی ہو جائے گا''

دوم: ''خلق كل انسان من بنی آدم علی ستين و ثلاثمائة مفصل فمن كبر الله و حمد الله و هلل الله و سبح الله و استغفر الله و عزل حجرا من طريق الناس او شوكة او عظما عن طريق الناس أو أمر بمعروف أو نهی عن منكر عدد الستين و الثلاثمائة فإنّه يمسی يومئذ وقد زحزح نفسه عن النار''

ترجمہ: ''اولادِ آدم میں سے ہر شخص کی پیدائش، تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہوئی ہے، تو جو شخص اللہ اکبر کہے گا، الحمد للہ کہے گا، لا الٰہ الا اللہ کہے گا، سبحان اللہ کہے گا، استغفر اللہ کہے گا، لوگوں کے راستے سے پتھر ہٹا دے گا، یا کوئی کانٹا یا ہڈی ہٹا دے گا، نیکی کی دعوت دے گا، برائی سے روکے گا، تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد کے برابر، تو اس کا وہ دن یوں بسر ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا چکا ہوگا''۔

ان دونوں حدیثوں سے زیر نظر حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ شخص پر اس کے اعضاء کے جوڑوں کے برابر ہر روز، جب تک کہ اس پر سورج طلوع ہوتا رہے گا، صدقہ لازم ہے۔

حدیث نمبر ۲۷:

یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو مالدار شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ نہیں ادا کرتا، قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا، مالک اس سے بھاگنا چاہے گا، مگر وہ اسے پکڑ لے گا اور اس سے کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ (آگے حدیث میں ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **والله لن يزال يطلبه <u>حتی يبسط يده فيلقمها فاه</u>.**

ترجمہ: اللہ کی قسم! وہ اس کا پیچھا کرتی ہی رہے گا یہاں تک کہ (اس زکوٰۃ نہ دینے والے) شخص کو <u>اپنے قبضے میں لا کر اپنا نوالہ بنا لے گا</u>۔

قابلِ توجہ:

مترجم بزرگوار کو خط کشیدہ قطعۂ حدیث کا معنیٰ، مطلب سمجھنے میں بڑا مغالطہ لگا، انھوں نے ''**يبسط يده**'' کا ترجمہ کیا ہے وہ اسے اپنے قبضے میں لے لے گا، حالانکہ نہ تو منقولہ الفاظ اس ترجمہ کو درست قرار دیتے ہیں، نہ دوسری احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

''یہاں تک کہ وہ شخص اپنا ہاتھ پھیلا دے گا اور اسے (یعنی ہاتھ کو) اس کے (یعنی سانپ کے) منہ میں دے دے گا''

یہی مضمون دوسری احادیث میں بھی آیا ہے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

''**فاذا رأی ان لا بد منه سلک يده فی فيه فيقضمها**'' یعنی جب زکوٰۃ نہ دینے والا آدمی دیکھے گا کہ اب اس کے لیے کوئی چارہ نہیں رہا تو وہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں دے دے گا اور وہ اسے چبا ڈالے گا۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ''**حتی يلقمه اصابعه**'' یہاں تک وہ اپنی انگلیوں کو اس کے منہ میں دے دے گا۔

حدیث نمبر ۸۲:

''والذی نفس محمد بیده لو ان عندی احدا ذهبا لأحببتُ ان لا یأتیَ علیَّ ثلاث لیال و عندی منه دینار اجد من یتقبله منی لیس شیء ارصده فی دین علیَّ''

ترجمہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہوتا تو میں اس بات کو پسند کرتا کہ تین رات گزرنے سے پہلے اگر کوئی اس کو لینے والا ہوتو ایک دینار بھی باقی نہ رکھوں، میں کوئی چیز باقی رکھ کر اپنے کو (اللہ کے سامنے) مقروض نہیں بنانا چاہتا''۔

قابلِ توجہ:

حدیث شریف اور ترجمہ کے خط کشیدہ جملوں کو ملاحظہ فرمایے۔ فرمان پاک کو بالکل بے معنی اور مہمل بنا دیا گیا ہے۔ مترجم بزرگ، عربی گرامر کے اس قانون سے ناواقف ہیں کہ ''لَیسَ'' فعل ناقص ہونے کے علاوہ ''اِلاَّ'' کی طرح کلمۂ استثناء بھی ہے اور یہاں یہ اسی معنیٰ میں استعمال ہو رہا ہے۔ خط کشیدہ عربی جمہ کا صحیح ترجمہ یوں ہے: ''سوائے اس چیز کے، جو میں اپنے ذمہ قرض کے سلسلہ میں رکھ لوں''

یہ بھی معلوم رہے کہ جب ''لَیسَ'' بطور کلمۂ استثناء استعمال ہو، اس کے بعد مستثنیٰ منصوب پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا حدیث کے الفاظ میں ''لَیسَ شیئاً'' پڑھا جائے گا۔

حدیث نمبر ۸۶:

''اللّٰهم انّی أتَّخذُ عنک عهداً لن تخلفه انما انا بشر فأیّ المؤمنین أذیتُه أو شتمته أو جلدته أو لعنته فاجعلها له صلوٰةً و زکوٰةً و قربةً تقربه بها یوم القیامة''۔

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں، تو اس کے خلاف نہ ہونے دے، میں تو ایک انسان ہوں، وہ یہ کہ نہ میں نے کسی مؤمن کو ایذا دی ہے یا اس کو گالی دی ہے، یا اس کو مارا ہے، یا اس پر لعنت بھیجی ہے تو اس کو رحمت اور پاکیزگی اور قربت بنا دے جس کے ذریعہ وہ قیامت کے دن (اللہ سے) تقرب حاصل کرے''۔

قابلِ توجہ:

۱۔ ''لن تخلف'' فعل مضارع منفی مؤکد ہے۔ اس کا ترجمہ فعل نہی کے طور پر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۲۔ ترجمہ میں ''نہ'' کا لفظ بلا وجہ بڑھایا گیا ہے، الثابات بے تکی اور مہمل سی بن گئی ہے، جب ایذا دینے، گالی دینے، مارنے یا لعنت بھیجنے کی نفی کر دی گئی تو پھر کس چیز کو رحمت اور قربت بنا دینے کی دعا کی جا رہی ہے؟

۳۔ ''وہ تقرب حاصل کرے''، ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ ''تـقـرب'' باب تفعیل سے واحد مذکر مخاطب، باب تفعیل کا صیغہ ہے اور آگے ''ہ'' ضمیر مفعول کی ہے، پوری حدیث کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا:

''اے اللہ! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں (حدیث کی دوسری کتابوں میں ''اتخذت'' بصیغۂ ماضی آیا ہے، پھر

ترجمہ ہوگا، میں تجھ سے عہد لے چکا ہوں) جس کی تو ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ میں ایک انسان ہوں (اس لیے اگر) کسی مسلمان کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچے، یا میں اسے گالی دوں یا ماروں یا لعنت بھیجوں، تو تُو اسے اس کے حق میں نماز، زکوۃ اور کسی کارِثواب میں تبدیل کردے جس کے باعث تو قیامت کے دن اسے اپنا قرب نصیب فرمائے''۔

حدیث نمبر۸۹:

یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''والذی نفس محمد بیدہ لا ینتھب احدکم نھبۃ ذات شرف یرفع الیہ المؤمنون اعینھم فیھا وھو حین ینتھبھا مؤمن''۔

ترجمہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ کوئی شخص عزت دار ہوکر (نکاح میں کھجور مصری) اس طرح لوٹے گا کہ لوگوں کی نظروں میں نکو ہو جائے تو اس حال میں وہ مؤمن نہیں ہوتا''۔

قابلِ توجہ:

مترجم بزرگ کو پہلا مغالطہ یہ ہوا کہ وہ ''ذات شرف'' کو ''احدکم'' کی صفت سمجھے، انھوں نے یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ ''احدکم'' مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کی صفت بھی مذکر ''ذو'' کا لفظ آنی چاہیے اور پھر موصوف صفت کو اکٹھے آنا چاہیے تھا، ''نھبۃ'' کا لفظ جو مفعول واقع ہو رہا ہے، بعد میں آتا۔ درحقیقت ''ذات شرف''، ''نھبۃ'' کی صفت ہے۔

''نھبۃ'' کا لفظ اگر بضم النون پڑھا جائے تو مفعول بہ بنے گا، اگر بفتح النون پڑھا جائے تو مفعول مطلق ہوگا۔ دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی رہتا ہے۔

مترجم بزرگ کی تشریح بھی مضحکہ خیز ہے کہ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق نکاح میں چھوارے یا شکر لوٹنے سے ہے۔ یہ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ والی بات ہوئی، بھلا لینڈ آفیسری اور حدیث فہمی کا کیا جوڑ؟ دراصل اس عبارت کے سیاق وسباق کو دیکھا جائے تو بات کچھ اور نکلتی ہے، اس حدیث شریف میں زنا کاری، چوری، شراب نوشی، غارت گری اور خیانت جیسے قبیح جرائم کے بارے فرمایا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان ان میں سے کوئی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ آج سڑکوں پر، بازاروں میں، بسوں اور ریل گاڑیوں میں ان جرائم کی جو بھرمار ہے، کیا یہ اُمّت مسلمہ کے کرتوت نہیں؟ یہ جرائم خود اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ جو لوگ ان کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ دولتِ ایمان سے محروم ہوکر ایسا کرگزرتے ہیں۔

اب حدیث شریف کے منقولہ بالا ٹکڑے کا صحیح ترجمہ سن لیجیے:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، جب کوئی آدمی بڑے پیمانہ پر کسی کا مال لوٹ لیتا ہے کہ مسلمان آنکھیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھتے رہ جاتے ہیں، تو وہ ایمان کی حالت میں نہیں لوٹتا''۔

حدیث نمبر۹۵:

لأن يلج أحدكم بيمينه فى أهله اثم له عند الله من أن يعطى كفارته الّتى فرض الله على

ترجمہ: تم میں سے کسی کا قسم کھانے کی وجہ سے اپنے اہل وعیال کے پاس نہ جانا، اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کفارہ ادا کر دے جس کو (قسم کے توڑنے پر) اللہ نے فرض کیا ہے''۔

قابلِ توجہ:

ترجمہ اس حد تک غلط کیا گیا ہے کہ شریعت کا حکم بالکل الٹا ہو گیا ہے، اس کا موجب دو مغالطے ہیں:

ایک تو یہ کہ حدیث شریف کے پہلے لفظ ''لان '' میں لام تاکید کو ''لا'' نافیہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مترجم بزرگ کو عربی گرامر سے واجبی حد تک بھی واقفیت نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ ''اثم '' کے لفظ کو ''بالتاء المثناة'' پڑھا گیا ہے، حالانکہ یہ حرف ''ثاء مثلثہ'' ہے۔

یہ حدیث صحاح ستہ کی متعدد کتابوں میں موجود ہے اور سب میں ''اثم'' کا لفظ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کو علم حدیث سے چنداں مناسبت نہیں ہے۔

بہر حال صحیح ترجمہ یوں ہے:

''تم میں سے ایک شخص اپنے گھر والوں کے بارے میں اپنی قسم کی پابندی کرے، یہ اس سے زیادہ گناہ کا کام ہے کہ وہ قسم کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کا مقرر فرمودہ کفارہ ادا کرے''۔

شارح مشکوٰۃ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے:

''اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو دوسری ان احادیث کا ہے جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کوئی شخص ایک بات کی قسم کھا لے اور پھر دوسرا پہلو اسے بہتر نظر آئے (مثلاً کوئی آدمی ایسی کوئی قسم کھا لے جس سے گھر والوں کا نقصان ہوتا ہو، ان کی حق تلفی ہوتی ہو) تو وہ دوسرے پہلو پر عمل کر لے اور قسم کا کفارہ دے دے''۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۳، ص:۲۱۳)

ایک علمی افادہ:

صحیفۂ شریفہ میں حدیث نمبر ۹۶ اور اس کا ترجمہ ان الفاظ سے درج ہے:

''**قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا كره الاثنان على اليمين فاستحياهما فاسهم بينهما**''۔

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو لوگ قسم کھانے کے لیے مجبور کیے جائیں اور دونوں حیا کریں تو ان کے درمیان قرعہ ڈالو''۔

راقم الحروف کو حدیث کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ان الفاظ اور ترجمہ کی صحت میں شک گزرا، اب تلاش شروع کی کہ صحاح ستہ یا دیگر مشہور کتب میں یہ روایت کہیں مل جائے، چنانچہ سعی کے بعد یہ روایت مسند احمد میں مل گئی، راقم کے پاس مسند کا وہ نسخہ ہے جو تبویب شدہ اور ''الفتح الربانی'' کے نام سے موسوم ہے۔

اس پر شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء کی تعلیقات ''بلوغ الامانی'' کے نام سے موجود ہیں۔

زیرِ نظر روایت مسند احمد میں ان الفاظ سے درج ہے:

اذا اکرہ الاثنان علی الیمین فاستحیاھا ، فلیستھما علیه۔

(باب القضاء بالقرعۃ، ج:۱۵،ص:۲۱۷)

ترجمہ: ''جب دو آدمیوں کو قسم دینی پڑے اور دونوں اس سے شرمائیں، تو وہ اس پر قرعہ اندازی کرلیں''۔

صاحبِ تعلیقات، شیخ بنّاء اس پر تحریر فرماتے ہیں:

''اگر دو آدمیوں کا مقدمہ، حاکم کے پیش ہو اور دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں یا دونوں کے پاس گواہ موجود ہوں، تو انھیں قسم کے لیے کہا جائے گا۔ اب اگر دونوں قسم کے لیے آمادہ ہو جائیں یا دونوں پس و پیش کریں تو حاکم ان میں قرعہ اندازی کرائے گا، جس کے نام قرعہ نکل آئے، وہ حلف اٹھائے گا اور متنازعہ چیز کو لے جائے گا۔'' **ایھما خرجت له القرعة حلف و اخذ ما ادعاہ** ''۔ (حوالہ مذکور)

تو صحیفہ کے موجودہ نسخہ میں غلطی یہ آ گئی ہے کہ '' **استحییاھا** '' کے بعد ''ھما'' ضمیر تثنیہ درج ہے، حالانکہ ''ھا'' ضمیر واحد مؤنث ہونی چاہیے جس کا مرجع ''یمین'' ہے، جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔

ثانیاً یہ بھی معلوم رہے کہ مسند میں روایت کے آخری الفاظ مطبوعہ صحیفہ سے مختلف ہیں، حالانکہ مسند میں یہ روایت اسی سند '' **معمر عن همّام بن منبّه عن ابی هریرۃ** '' سے منقول ہے۔

قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہی روایت، اسی سند سے، تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ سنن ابی داوٗد، کتاب القضاء کے باب '' **الرجلین یدعیان و لیس بینهما بینة** '' میں بھی موجود ہے۔ زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

found.